© rasailojaraid.com

تقرری گئی تھی۔

دوسرے آپ نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ قاضی صرف وہ شخص مقرر کیا جائے جو دولت مند بھی اور صاحب ثروت بھی ہو۔ دولت منداس لیے کہ وہ رشوت کی طرف راغب نہ ہو۔ اور صاحب ثروت اس لیے کہ وہ فیصلہ کرتے وقت کسی معزز آدمی سے مرعوب و متاثر نہ ہو۔ گویا رشوت اور سفارش دونوں کا خاتمہ کر دیا گیا۔

۲۔ مساواتِ ملکی و شہری

یعنی "اس بنا پر بھی" پریذیڈنٹ کو عام باشندگانِ ملک پر کوئی تفوق و ترجیح نہ ہو"۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ صدرِ ریاست ملک کا کوئی باشندہ یا شہری صدر بن سکتا ہے یہ شق دراصل پہلی ہی شقوں کی شرح ہے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اسلامی نظام میں صرف ملکی یا شہری ہونا کافی نہیں۔ بلکہ اس کا مسلمان اور متقی ہونا بھی لازمی شرائط ہیں۔

اور اس مساوات کی دوسری تعبیریں اگر کچھ ہو سکتی ہیں تو ان کا ذکر بھی پہلے درج ہو چکا ہے۔

۳۔ خزانہ ملکی

خزانہ ملکی، ملک کی ملکیت ہو۔ اس پر پریذیڈنٹ کو کوئی ذاتی تصرف نہ ہو۔

جمہوری ملکوں میں شاہانہ ٹھاٹھ

اس دفعہ کی حقیقت ایک فریب کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بادشاہ اور صدر کے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اور کروفر میں کچھ فرق نہیں ہوتا۔ یہ ایکڑوں زمین پر پھیلے ہوئے پریذیڈنٹ ہاؤس اور گورنر ہاؤس کیا ہیں؟ کیا ان جمہوری ممالک کے صدروں کی رہائش گاہیں شاہی محلات سے کسی صورت پر کم ہیں۔ کیا ان پر پہرہ داروں کی کڑی نگرانی نہیں ہوتی۔ نقل و حرکت کے لیے سرکاری خرچ سے چلنے والی بیسیوں فٹ لمبی کاریں اور ہوائی جہاز ان کے لیے ہر وقت تیار کھڑے نہیں ہوتے؟ تو پھر آخر جمہوری ملک کے صدر اور کسی ملک کے بادشاہ کے طرزِ بود و باش میں ابن خط امتیاز رہے؟

فرق صرف یہ ہے کہ ملوکیت میں قومی خزانہ بادشاہ کی جاگیر ہوتا ہے۔ جسے وہ اپنی ذات اور خاندان پر بے دریغ خرچ کر سکتا ہے۔ اور جمہوریت میں اکثریتی پارٹی اپنی اکثریت کی طاقت کے بل بوتے پر خزانہ عامرہ پر ہاتھ صاف کرتی ہے۔ ملوکیت میں تو صرف ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خاندان عیش کرتا ہے جب کہ جمہوریت میں صدر کے علاوہ پوری پارٹی گلچھرے اڑاتی ہے۔
یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف علامہ اقبال نے حسب ذیل اشعار میں توجہ دلائی ہے۔

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب — تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام — جس کے پردے میں نہیں غیر از نوائے قیصری

ترجمہ۔ جمہوریت کے پردے میں وہ شخصی حکومت کا دیو رقص کر رہا ہے جسے تو آزادی (اظہار خیال) کی نیلم پری سمجھ رہا ہے۔ یہ مغربی جمہوری نظام حقیقتاً ملوکیت ہی کا چربہ ہے جس کی تہ میں اسی شاہانہ شان و شوکت کی صدائے بازگشت ہے۔

بیت المال اور امراء کی دسترس

اسلام یہ تصور پیش کرتا ہے کہ قومی خزانہ امیر کے پاس ایک قومی امانت ہے۔ اس میں ناجائز ٹیکسوں اور بہ غصب و مظالم سے کوئی آمدنی جمع نہیں کی جا سکتی۔ نہ ہی اس آمدنی کے پہلے سے طے شدہ مصارف کے علاوہ کسی دوسری مد میں خرچ کی جا سکتی ہے۔ امیر کا اس آمدنی سے ناجائز فائدہ اٹھانا یا اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو نوازنا یا ناجائز مصارف میں خرچ کرنا بدترین قسم کی خیانت ہے۔ اب امیر یا کسی عامل کے جائز اخراجات کیا ہیں، جو وہ بیت المال سے لینے کا حقدار ہے۔ وہ حضرت عمرؓ کی زبانی سنیے۔

انما انا ومالکم کولی الیتیم ان استغنیت استعففت وان افتقرت اکلت بالمعروف (کتاب الخراج ابو یوسف)

مجھ کو تمہارے مال (یعنی بیت المال) میں صرف اس قدر حق ہے جتنا یتیم کے مربی کو یتیم کے مال میں۔ اگر میں دولت مند ہوں تو کچھ نہ لوں گا تو دستور کے مطابق کھانے پینے کے لیے لوں گا۔

یہ تو حق کی بات تھی۔ اب دوسری بات یہ ہے کہ اسلام خود غرضی اور مفاد خویش کے بجائے ایثار یا دوسرے کے مفاد کو اپنے مفاد پر ترجیح دینے کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن کریم میں مومنوں کی ایک یہ صفت بھی بیان کی گئی ہے۔

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔

اور وہ دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں خواہ خود وہ فاقے سے ہوں۔
اور اس ایثار کی ایسی مثالیں مسلمانوں نے قائم کی ہیں۔ جن کی نظیر تاریخ میں کہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈھونڈے سے نہیں مل سکتی۔

حضرت ابوبکرؓ جب خلیفہ ہو گئے تو دوسرے دن حسب دستور کپڑے کی گٹھڑی کندھوں پر اٹھائے بازار کو نکل کھڑے ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ راستے میں مل گئے، پوچھا کیا بات ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بچوں کو کہاں سے کھلاؤں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اب امت کا بار آپ کے سر پر آپڑا ہے۔ آپ کو تمام تر توجہ اس طرف دینی چاہیے۔ رہا معاش کا مسئلہ تو اس کے لیے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح (امین الامت، جو اس وقت بیت المال کے ناظم تھے) کے پاس چلتے ہیں۔

چنانچہ دونوں حضرات ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے پاس گئے۔ اور تینوں کے مشورہ سے حضرت ابوبکرؓ کی تنخواہ ایک عام آدمی کی گزران کے مطابق چار ہزار درہم سالانہ طے پائی۔ حضرت ابوبکرؓ دو سال خلیفہ رہے اور دو سال ہی یہ تنخواہ وصول کی (اپنی وفات سے قبل یہ وصیت کی کہ میرا مکان بیچ کر ۸ ہزار درہم (جو وہ بصورت مشاہرہ بیت المال سے وصول کر چکے تھے) بیت المال کو واپس کر دیے جائیں۔" حضرت عمرؓ نے جب یہ بات سنی تو فرمانے لگے "خدا ابوبکرؓ پر رحم فرمائے انھوں نے بعد میں آنے والوں کو تھکا دیا۔" (کنز العمال ج ۲ صفحہ ۲۳۵)

ایثار کی جو مثالیں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کی تھیں۔ ان کو چھیڑنے کی ہمیں ہمت نہیں، حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل آپ پڑھ چکے ہیں۔ آپ نے قحط کے دوران گندم کی روٹی کھانے سے اس وجہ سے انکار کر دیا کہ جب غریب لوگوں کو گندم کی روٹی میسر نہیں تو میں کیسے کھا سکتا ہوں۔ بیت المقدس کی صلح کے موقع پر عیسائیوں نے آپ کو بلوایا تھا۔ جب وہاں گئے تو کرتے میں پیوند لگے ہوئے تھے اور اونٹ پر غلام بیٹھا ہوا تھا جب شہر میں داخل ہوئے کیونکہ باری اس کی تھی۔ حضرت عثمانؓ مالدار ضرور تھے لیکن ان کے زہد اور دنیا سے بے رغبتی کے واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ حضرت علیؓ نے بھی اسی سادگی میں اپنی پوری زندگی بسر کی۔ بلکہ ان کے خلفاء کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اسی طرزِ بود و باش پر عمل پیرا ہو کر خلافت راشدہ کی یاد تازہ کر دی۔ اب بتلائیے کہ کیا کسی جمہوری ملک کے کسی صدر کی ایسی مثال پیش کی جا سکتی ہے؟ اور پھر اس کا کیا مطلب ہوا۔ کہ خزانۂ ملکی، ملک کی ملکیت ہے۔ اس پر پریذیڈنٹ کا کوئی ذاتی تصرف نہ ہو۔"

یہ تو خلفا کی مثال تھی۔ اب عمالِ حکومت کی طرزِ بود و باش ملاحظہ فرمائیے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ تو ہم بتلا چکے ہیں کہ حضرت عمرؓ عمال مقرر کرتے وقت پروانۂ تقرری میں یہ شرائط درج کر دیا کرتے تھے کہ وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا۔ باریک کپڑے نہ پہنے گا اور چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا اور پھر ان شرائط کا جس طرح آپ احتساب کرتے تھے اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اس کے علاوہ جب کوئی عامل مقرر کیا جاتا تو اس کے مال و اسباب کی مفصل فہرست تیار کر کے محفوظ رکھی جاتی تھی۔ اور اگر عامل کی حالت میں غیر معمولی ترقی ہوتی تو اس سے مواخذہ کیا جاتا۔ (فتوح البلدان ص ۲۱۹)

ایک حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی کہ بعض عمال کی جائداد میں اضافہ ہوا ہے۔ آپ نے سب کی موجودات کا جائزہ لے کر آدھا آدھا مال بٹا لیا اور بیت المال میں داخل کر دیا۔

اب تک ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ صرف ایک بیت المال کے خرچ سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی عمال حکومت اور امیر مملکت خود بھی اس کو امانت سمجھتے اور اس سے ناجائز تمتع کا حق نہیں رکھتے۔ اب اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس میں ناجائز آمدن از قسم غصب اور ناجائز ٹیکس بھی داخل نہیں کیے جا سکتے۔

بیت المال کی آمدنی کی ایک بڑی اہم مد زکوٰۃ اور خراج ہے۔ مسلمانوں سے زکوٰۃ اور عشر وصول کیا جاتا ہے اور غیر مسلموں (ذمیوں) سے خراج اور جزیہ۔ زمین کے لگان کو اہلِ ایران خراگ کہتے تھے۔ خراج اسی سے معرب ہے۔ لگان کے علاوہ دوسرے ٹیکسوں کو اہلِ ایران گزیت کہتے تھے۔ جزیہ کا لفظ اس سے معرب ہے۔ گویا غیر مسلموں پر دستور کے مطابق سابقہ ٹیکس ہی بحال رہنے دیے گئے۔ زکوٰۃ و عشر اور خراج و جزیہ میں بنیادی فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ اور عشر کی شرح ناقابل تغیر و تبدل ہے۔ جب کہ جزیہ و خراج کی شرح احوال و ظروف کے مطابق تبدیل کی جا سکتی ہے۔

حضرت عمرؓ نے خراج کی شرح نہایت نرمی سے مقرر کی تھی اور احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ہر سال جب عراق سے زکوٰۃ و خراج کی آمدنی وصول ہوتی تو دس معتبر اشخاص بصرہ سے اور دس کوفہ سے طلب کیے جاتے۔ حضرت عمرؓ ان کو چار دفعہ شرعی قسم دلاتے تھے کہ یہ مالگزاری یا زکوٰۃ کسی ذمی یا مسلمان پر ظلم کر کے تو نہیں لی گئی۔ (کتاب الخراج ص ۶۵)

حقوق ملکیت کا تحفظ

اور غصب کے معاملہ میں یہ احتیاط تھی کہ ایک بار حضرت عمرؓ نے مسجد نبوی کی توسیع کا ارادہ کیا تو حضرت ابی بن کعب کا مکان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس میں رکاوٹ تھی۔ حضرت عمرؓ نے ابی بن کعب سے کہا کہ وہ جائز قیمت لے کر مکان دے دیں۔ لیکن حضرت ابی بن کعب مکان فروخت کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ تنازعہ بڑھ گیا تو فریقین (جس میں مدعی حکومت وقت تھی اور مدعا علیہ حضرت ابی بن کعب) نے حضرت زید بن ثابتؓ کو ثالث (یا عدالت) منظور کر لیا۔ حضرت زیدؓ نے فیصلہ حضرت عمرؓ کے خلاف دے دیا۔ جب ابی بن کعبؓ نے مقدمہ جیت لیا تو انھوں نے یہ مکان بلا قیمت ہی مسجد کی توسیع کے لیے دے دیا۔

اس واقعہ سے جہاں امیر کی بے بسی اور عوام کا اختیار (حق ملکیت) ثابت ہوتا ہے۔ وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ غصب تو دور کی بات ہے۔ جائز قیمت ادا کرنے کے باوجود بھی حکومت فرد کو اس کی ملکیت فروخت کرنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔

اب ذرا جمہوری ممالک میں اس حق ملکیت کا اندازہ لگائیے۔ زمینیں زبردستی (ACQUIRE) کر لی جاتی ہیں تو عوام بے بس ہیں۔ ان کی قیمت مروجہ نرخ سے بہت کم لگائی جاتی ہے تو اس زبردستی پر بھی عوام بے بس ہیں۔ قیمت نقد ادا کرنے کی بجائے کئی کئی سال کی قسطوں میں ادائیگی کی جاتی ہے تو بھی عوام مجبور محض ہیں۔ حکومتیں اپنی مرضی سے بڑی بڑی صنعتوں اور تجارتی اداروں کو اپنی تحویل میں لے لیتی ہیں اور ادائیگی بانڈوں کی صورت میں سالہا سال تک پس پشت ڈال دی جاتی ہے۔ کیا ان جمہوری ممالک میں عوام کے حق ملکیت کے تحفظ کا یہی تصور ہے۔

نظام کفالت اور عوام کے حقوق

"خزانہ ملکی عوام کی ملکیت ہو" کی صحیح اور واضح تعبیر صرف اسلام کے نظام کفالت یا بیت المال میں مل سکتی ہے۔ اسلامی نظام میں حکومت کی ذمہ داریوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ غریب اور مستحق امداد افراد کا پتہ چلائے۔ پھر ان کی مدد کرے۔ یہاں غریب اور مستحق افراد کو امداد کے لیے حکومت سے التجا کرنی پڑتی ہے نہ چکر کاٹنے پڑتے ہیں۔ جب حضرت عمرؓ نے عراق کی مفتوحہ زمینوں کو بیت المال کی تحویل میں لے لیا تو فرمایا۔

فَلَئِنْ عِشْتُ فَلَيَأْتِيَنَّ الرَّاعِيَ وَهُوَ بِسَرْوِ حِمْيَرَ نَصِيبُهُ مِنْهَا

لَمْ يَعْرَقْ فِيهَا جَبِينُهُ (مشکوٰۃ ۔ باب الفئ)

اگر میں زندہ رہا تو سرو اور حمیر اس کے چرواہے کو بھی اس میں سے حصہ پہنچے گا۔

© rasailojaraid.com